تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

مذہبی، علمی اور تحقیقی رسالہ

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

مئی، جون ۱۹۵۸ء

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- ابوالعطاء جالندھری

نائب ایڈیٹرز

مسعود احمد خان دہلوی بی-اے * خورشید احمد شاد مولوی فاضل

سالانہ چندہ پیشگی

پاکستان - پانچ روپے * بیرونی ممالک - سات روپے یا بارہ شلنگ

(تاریخ اشاعت: ۵ جون ۱۹۵۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلافت راشدہ نمبر

۵ر جولائی ۵۸ء کو شائع ہو رہا ہے!

ہمیں افسوس ہے کہ آج (۵ر جون کو) خلافت راشدہ نمبر طبع نہیں ہو سکا۔ اب یہ نمبر آئندہ ماہ یعنی ۵ر جولائی کو اشاعت پذیر ہوگا۔ یہ عارضی سا التواء انشاء اللہ العزیز "دیر آید درست آید" کا مصداق ثابت ہوگا۔

الفرقان کا خلافت راشدہ نمبر اپنے جامع مضامین اور ٹھوس دلائل کے لحاظ سے ایک نہایت عمدہ مجموعہ ہوگا۔ چودہ سو سالہ نزاع پر از روئے دلائل فیصلہ کن تبصرہ ہوگا۔ مگر کسی کی دلآزاری نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی بات بے حوالہ اور بے ثبوت ہوگی۔ یہ نمبر رسالہ کے حجم کے پورے **سو صفحات** پر مشتمل ہوگا۔ مستقل خریداران حضرات کے علاوہ جو دوست یہ رسالہ خریدنا چاہیں وہ ایک روپیہ فی پرچہ کے حساب سے قیمت بھجوا دیں۔ **تبلیغی اغراض** سے زیادہ تعداد میں خریدنے والے احباب سے **پچیس فی صد** رعایت ہوگی۔

چونکہ اس نمبر کی اشاعت کی تاریخ ذرا پیچھے ہو گئی ہے اسلئے اصحاب قلم احباب ۱۵ر جون تک اپنے رشحاتِ قلم ارسال فرما سکتے ہیں۔

نوٹ:- خاص نمبر کے سو صفحات کی وجہ سے یہ رسالہ کم صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔

ایڈیٹر رسالہ الفرقان

ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

نمبر ۵-۶	مئی - جون ۱۹۵۸ء	جلد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یومِ وصال

اور

مسئلہ نبوت کے متعلق غیر مبایعین کا غلط و ناروا مسلک

[ماہ مئی ۱۹۳۳ء کے رسالہ فرقان (قادیان) میں ہم نے ذیل کا مضمون شائع کیا تھا جو صرف گزرے ہوئے سالوں کی گنتی کے علاوہ آج بھی لفظ بلفظ فریقِ لاہور کے لئے مشعلِ راہ بن سکتا ہے۔ اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر پچاس برس گزر چکے ہیں غیر مبایعین کو سوچنا چاہیئے کہ ان کا "سبیل المومنین" کو چھوڑ کر غلط عقیدہ پر اصرار کرتے رہنا کہاں تک درست ہے؟ اس مضمون میں جہاں "پچیس" کا ذکر ہے اس کی جگہ اب پچاس کا لفظ پڑھا جائے۔ (ایڈیٹر)]

(۱)

پچیس برس ہوئے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ وہ گھڑی جماعت احمدیہ کے لئے سخت اضطراب و بے چینی کی گھڑی تھی۔ اور اگر یہ جماعت خدا کی قائم کردہ نہ ہوتی اور خدا خود احمدیت کی کشتی کا ناخدا نہ ہوتا تو یقیناً یہ سلسلہ مٹ جاتا اور دشمنوں کی کوششیں کامیاب ہو جاتیں۔ مگر چونکہ یہ پودا خدا کے ہاتھ سے لگایا گیا ہے اسلئے کوئی حادثہ اس کے بڑھنے اور پھیلنے میں روک نہ ہو سکا۔ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ سے فریقِ لاہور نے سلسلہ میں جو شقاق پیدا کیا اور جس کا مقصد یہ قرار دیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام نبوت و رسالت کی بجائے محض مجددیت تک محدود بتلایا جا سکے۔ تا غیر احمدیوں میں مقبولیت حاصل ہو سکے۔ یہ بھی جماعت احمدیہ کے لئے ایک خطرناک حادثہ تھا۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ ایسے وقت میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت کے قائم کرنے کا ذمہ دار ہوں گا۔ چنانچہ فرمایا:-

"اذا التقی الفئتان فانی مع الرسول اقوم وینصرہ الملائکۃ"

انی انا الرحمٰن ذو المجد والعلیٰ
وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا
وحیٌ یوحیٰ

ترجمہ :- جب دو گروہ آمنے سامنے ہوں گے تو
میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔
اور ملائکہ اس کی مدد کریں گے ۔ میں ہی
رحمان ہوں ۔ بزرگی اور بلندی والا اور
وہ اپنی خواہش کے ماتحت نہیں بولتا بلکہ وحی
کا تابع ہے جو نازل کی جاتی ہے "
(اربعین ص۲ - تذکرہ ص۳۶)

اس لئے یہ تفرقہ اور اس کے بانی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مقام رسالت و نبوت سے محروم ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی نمایاں کامیابی اور اپنے نشانات و معجزات سے یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ خدا کی نصرت کا ہاتھ اسی جماعت کے ساتھ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت کی قائل اور اس کی تبلیغ کر رہی ہے ۔ لیکن فریق لاہور کے زعماء نت نئے طریق ایجاد کرتے رہتے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصل مقام اور آپ پر ایمان لانے کی ضرورت و اہمیت غیر احمدیوں کی نظروں میں کم ہو جائے اور ان لوگوں کی قبولیت ان کی نگاہ میں زیادہ ہو ۔ چنانچہ پیغام صلح نے اپنے مقالہ افتتاحیہ " حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال " کے زیر عنوان لکھا ہے :-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کا بہترین موقع ہے ۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو بتلائیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مدعی نبوت نہیں تھے ۔ ان کی ہستی حضرت نبی کریم صلعم سے علیحدہ ہو کر کوئی چیز نہیں اور حضرت امام الزمان کی روحانی عظمت حضرت نبی کریم صلعم کے فیوض کا ایک کرشمہ ہے "
(پیغام صلح ۱۱ مئی ۱۹۴۳ء)

بلا شبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام فیوض اور برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل فرمائے ۔ مگر یہ کہنا کہ ان فیوض میں مقام نبوت شامل نہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرانا ہے ۔ حضور خود فرماتے ہیں :-

" یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں ۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ **مرتبہ بخشا ہے کہ آپ** کے فیض کی برکت سے **مجھے نبوت کے مقام** تک پہنچایا ہے اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا ۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت ۔ اس وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ۔ ایسا ہی میرا

نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

غیر مبائع بھائیوں کی یہ تحریک کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقامِ نبوت کی نفی کرنا چاہتے ہیں سراسر غلط اور نادرست تحریک ہے۔ اور خدا کے کلام کے مطابق وہ اس میں کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے

(۲)

آج جبکہ حضور علیہ السلام کے وصال پر پینتیس[۳۵] برس گذر گئے ہیں نیا رویّہ ایجاد کرنا اور جماعت احمدیہ کے اس اجماع کی مخالفت پر کمربستہ ہونا جو حضور کے وصال کے معاً بعد ہوا تھا خود اس رویّہ کے غلط ہونے پر قاطع دلیل ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ وہ حوالہ جات درج کرتے ہیں جن میں سلسلہ احمدیہ کے اخبارات نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ بدر۔ الحکم۔ ریویو آف ریلیجنز اور رسالہ تشحیذ الاذہان کے ان اقتباسات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے موقع پر اس امر میں متحد اور یکزبان تھی۔ کہ آپؑ خدا کے نبی اور اسکے سچے مرسل ہیں۔ حوالہ جات حسب ذیل ہیں:-

۱- "باقی رہنے والی ذات تو صرف اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اس کے سوائے سب فوت ہو جانے والے ہیں۔ اور سرور انبیاءؐ بھی فوت ہوگئے۔ موسیٰؑ عیسیٰؑ سب فوت ہوگئے۔ یہی قدیم سے سنّت اللہ جاری ہے۔ اور اس زمانہ کے نبی حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ تو جس اصلاح کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اس میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ شامل تھی کہ سب نبی انسان ہوتے ہیں اور انسان ایک دن مرتے ہیں۔" (بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء)

۲- "قریباً ایسا ہی صدمہ خدا کے اس زمانہ کے رسول اور نبی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام کو اس وقت دیکھنا پڑا۔"

(بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء)

۳- "پیارے بھائیو! میرا خط کیا ہے ایک دلی درد کا اظہار ہے۔ تیرہ سو سال کے بعد خدا کا ایک نبی دنیا میں آیا۔ وہ آیا اور دنیا میں رہا اور دنیا سے چلا بھی گیا۔ پر ہنوز کثیر حصہ مخلوقات کا وہ ہے جس نے اسے نہ پہچانا نہ مانا۔"

(بدر ۱۱ رجون ۱۹۰۸ء ص۳)

۴- "ایک نبی آیا۔ جبکہ تمام قوم کا متفق طور سے یہ عقیدہ تھا کہ اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور پھر اس نے چار لاکھ انسان کو اپنا متبع بنا لیا۔ کیا یہ خدا کا خاص فضل نہیں ہے؟" (" ص۶)

۵- "سنو! ہر ایک احمدی اس عقیدہ پر قائم ہے کہ مبارک ومطہر ومقدس وجود جسے لوگ مرزا کے قادیانی کہتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ نبی ہے۔"

(بدر ۱۸ رجون ۱۹۰۸ء ص۱۱)

۶- "خدا تعالےٰ کے کام اٹل ہیں اور اس کی باتیں سچی۔ خدا تعالےٰ کا برگزیدہ بندہ جری اللہ فی حلل الانبیاء

حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنے وقت پر آئے اور اپنے وقت پر خدا تعالیٰ کی طرف بلایا گیا ٹھیک اسی طرح جس طرح پہلے تمام مامور و مرسل جہاں کہ ان سب کے [illegible] حضرت [illegible] دنیا سے [illegible]

(ضمیمہ اخبار الحکم [illegible])

۷۔ "جیسا کہ سنت اللہ قدیم سے جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسلوں پر جس طرح ان کی بعثت کے وقت ایک انقلاب عظیم ہوتا ہے اور [illegible] سے ہنسی ملامت بنایا جاتا ہے اور ان کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کے منصوبے اور حیلے تراشے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کی وفات پر بھی ایک شور عظیم مچایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام منہاج نبوت پر مامور ہو کر آئے تھے۔ وہ اس سنت سے الگ یا برے ہو جاتے تو یقیناً آپ پر اعتراض کرنے والوں کو ایک حق پیدا ہو جاتا۔"

(الحکم ۲ر جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱)

۸۔ "میں (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل۔ ناقل) اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی و ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔ [illegible]

یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے کہ راستہ میں ہی فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئی ہیں۔ مگر آپ نے وہ کنجیاں [illegible] ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کر رہے ہیں کہ کئی پیشگوئیاں کی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں"

(الحکم ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

۹۔ "حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات شریف بھی اسی منہاج نبوت سے واقع ہوئی جس طرح سے کہ پہلے ماموریں اولوا العزم کی وفات واقع ہوا کرتی تھی۔ صدق اللہ تعالیٰ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔" (رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۷ [illegible] بابت ماہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

۱۰۔ "آپ کے اہل و عیال نے وہ صبر و استقلال اس وفات پر جتلایا جیسا کہ خاندان نبوت اور اہل بیت رسالت کے لئے ضروری تھا۔"

(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۳۳)

۱۱۔ "الہام ربانی ان خیر رسول اللہ واقع۔ تو ڈاکٹر صاحب جیسے کی فہمائش کے لئے واقع ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب مبارک کی وفات پر کوئی اعتراض نہ کرنا۔ کیونکہ ان کی وفات کی نسبت پہلے ہی سے فرستادہ خدا

کو الہام ہو چکا ہے۔ اور اس خبر کا
واقع ہونا ضروریات سے ہے۔"
(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۵۷)

۱۲۔ "افسوس ہے آج کل کے بعض مولویوں پر کہ ایسے بیہودہ اعتراض جن کا ذکر کتاب و سنت میں موجود ہے بسبب اپنی جہالت کے اب تک کئے جاتے ہیں۔ اور غیر اہل اسلام جو منصف اور محقق ہیں حضرت اقدس کی ان کارروائیوں پر نظر کر کے کہ جو انہوں نے مانند انبیاء اولوا العزم کے تائید دین اسلام کے لئے کی ہیں مدح و ثنا کرتے ہیں۔ چنانچہ پائونیر کا ایڈیٹر محقق بعد مدح و ثناء حضرت اقدس کے آخر میں لکھتا ہے کہ بہرحال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو دنیا میں ہر روز نہیں آیا کرتے۔ اس کی قبر پر رحمت ہو۔ پائونیر مورخہ ۲۰۔۱ مئی ۱۹۰۸ء"
(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۵۶)

۱۳۔ "میں (مولوی محمد علی صاحب ایم اے ناقل) صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ایک کثیر حصہ پیشگوئیوں کا ابھی ایسا ہے جن کے پورا ہونے کا انتظار باقی ہے۔ کیونکہ یہ بھی سنت اللہ ہے کہ ایک نبی کی پیشگوئیاں اس کی موت تک ہی ختم نہیں ہو جاتی ہیں بلکہ جیسا عظیم الشان نبی ہو اسی طرح اس کی پیشگوئیوں کا زمانہ بھی لمبا ہوتا ہے۔"
(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ [illegible])

۱۴۔ "اب جب یہ تمام امور ایسے ہیں جن کا منہاجِ نبوت کی رو سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ پر اگر کوئی مطالبہ ہو سکتا ہے تو منہاجِ نبوت کی رو سے ہی ہو سکتا ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوگا۔ کہ پھر مابہ الامتیاز کیا ہے۔ جس سے جھوٹے اور سچے میں شناخت ہو۔ ...... سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو خود پیشگوئیوں میں کثرت اور کیفیت کو دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ قرآن شریف سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اظہار علی الغیب کو اللہ تعالیٰ انبیاء کے لئے مخصوص کرتا ہے۔ یعنی کثرت سے غیب کی اطلاع دینا .... الخ"
(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۹۲)

۱۵۔ "یہ تمام باتیں ہرگز ہرگز کسی کاذب میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ تمام دنیا کو تلاش کر لو۔ تاریخ کے ورقوں کو ایک ایک کر کے الٹ ڈالو۔ مگر ان سب باتوں کا مجموعہ سوائے خدا کے برگزیدہ نبیوں کے ہرگز کہیں نہ پاؤ گے۔"
(ریویو جلد ۷ نمبر ۷ صفحہ ۲۹۳)

۱۶۔ "پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کیا بلکہ
[illegible]
[illegible]

پرستش کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا اور اس کے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکے گی۔"

(ریویو جلد ۷ نمبر ۸ صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵)

۱۷۔ "پس منہاجِ نبوت کی رُو سے کوئی امر مشتبہ باقی نہیں رہتا۔ ہمارے مخالف ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ جس استدلال سے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ثناء اللہ اور عبدالحکیم کی زندگی میں فوت ہو جانے سے جھوٹا ہونے کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔ اُسی استدلال سے اس کثیر تعداد کی ہلاکت سے جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہلاک ہوئے آپ کی صداقت کا کھلا کھلا نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں۔ پھر کیا ان کا فرض نہیں کہ ایسی صورت میں سنۃ اللہ کو دیکھیں اور منہاجِ نبوت پر غور کریں۔"

(ریویو جلد ۷ نمبر ۸ صفحہ ۲۹)

۱۸۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش اور وفات بھی تمام نبیوں کی طرح ہوئی ...... آپ کی وفات بھی سُنّتِ انبیاء کے مطابق ایک نشان کے طور پر ہوئی۔"

(رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ صفحہ ۱۹۴ بابتہ ماہ جون و جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۰۵)

۱۹۔ "جب کہ خدا تعالیٰ نے اپنی سُنّتِ قدیمہ کے ماتحت اس زمانہ میں ایک نبی بھیجا تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ اس کو بغیر مدد کے چھوڑ دے اور اس کی جماعت کو تباہ ہونے دے۔ اگر وہ نبی اب ان میں نہیں رہا اور اپنا کام ختم کر کے اس دنیا سے عالمِ جاودانی کی طرف چلا گیا ہے تو کیا ہوا۔ خدا تعالیٰ جو حیّ و قیوم ہے اس کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔"

(تشحیذ جلد ۳ نمبر ۷ صفحہ ۲۲۳)

۲۰۔ "خدا کی سُنّت ہمیشہ سے یہی چلی آئی ہے کہ نبی روحانیت کا ایک بیج بو کر چلا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ پھولتا پھلتا ہے۔ اور جب تک وہ نبی رہے اس وقت تک سلسلہ کو کامل ترقی نہیں ہوتی چنانچہ ایسا ہی نبیوں کے زمانہ میں ہوا۔ اور ہوتا ہے اور آئندہ ہوگا۔"

(تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۷ صفحہ ۲۲)

۲۱۔ "غور کا مقام ہے کہ جب اجتہادی غلطی کا ہو جانا کسی نبی کی شان پر کوئی دھبہ نہیں لگاتا۔ اور اس سے اس کی سچائی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا تو حضرت مسیح موعودؑ جو پچھلے انبیاء کی سُنّت پر آئے ہیں اگر کوئی اجتہادی غلطی کر بیٹھیں تو ان پر کیا الزام آ سکتا ہے۔"

(تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۷ صفحہ ۲۴)

۲۲۔ "یہ موت اگر شہادت ہے تو احمدیوں کے لئے۔ کیونکہ ان کے نبی نے پہلے سے خبر دی تھی کہ اب عنقریب اس ملک میں طاعون پڑنے والی ہے۔ اور

وہ میری سچائی کا نشان ہوگی۔ پس اگر
صحابہ کی طرح کوئی احمدی بھی اس میں
مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے شہادت
ہے۔" (تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۶ ملک ۲۶ ماشیہ)
"۲۳ اس قدیم سنّت اللہ کے مطابق اپنے نبی
سے سلوک کیا اور حضرت اقدس کے
عہد بابرکت میں بھی اسی طرح ہوا۔ جیسے
پہلے نبیوں کے زمانہ میں۔" (" ۲۴)

اس قسم کے بیسیوں حوالہ جات سلسلہ احمدیہ کے اس زمانہ کے لٹریچر میں موجود ہیں۔ جب خدا کے برگزیدہ مسیح کا وصال ہوا۔ جن میں حضور کی نبوّت و رسالت کا صریح اعلان ہے اور دنیا کو اس نبوّت پر ایمان لانے کی کھلی دعوت دی گئی ہے۔ نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود صرف پینتیس ۳۵ برس گذرنے کے بعد ہی غیر مبائعین اس قدر اجنبیت کا شکار کیوں ہو گئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وصال کے جلسے منعقد کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور مدعیٔ نبوّت نہ تھے۔ وا فسوس صد افسوس!

(۳)

غیر مبائعین بالخصوص ان میں سے پرانے لوگوں کا یہ انقلاب افسوسناک ہے مگر حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات، رؤیا اور کشوف میں اس کی طرف صریح اشارات موجود ہیں۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں جب اکابر غیر مبائعین اخبار وطن کی تجویز سے متفق ہو کر رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر علیحدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تو جماعت کے مخلصین نے اس پر زبردست احتجاج کیا۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب ساکن حاجی پورہ کی اپیل بحضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اخبار الحکم میں شائع ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ:۔

"کیا ریویو کے مضامین کی قبولیت اور قابلِ
تعریف ہونا جناب ایڈیٹر صاحب و مینیجر
صاحب نے اپنی ذات ہی تک محدود
سمجھ لیا ہے۔ اگر ان کا ایسا خیال ہے
تو غلط ہے اور بالکل غلط بلکہ یہ سب کچھ
حضور ہی کی برکت کا نتیجہ ہے ....
.... احمدی فرقہ کا رسالہ اسی وقت تک
احمدی ہے جب تک احمد مسیح موعود کی
پاک تعلیم اپنے ساتھ رکھتا ہے۔"
(الحکم ۱۰ر مارچ سنہ ۱۹۰۶ء)

اس احتجاج کے مقابل اکابر غیر مبائعین کی سکیم ناکام ہوگئی جس سے طبعی طور پر انہیں رنج ہوا اور ادھر خدا کی پاک وحی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ جماعت کے کچھ لوگ جو اس وقت "خاص دوستوں" میں شمار کئے جاتے ہیں ارتداد کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔ اس وحی الٰہی کی اشاعت کے بعد جناب ایڈیٹر صاحب الحکم نے ایک مضمون بعنوان "سنبھل کر چلو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ" شائع کیا جس میں لکھا:۔

"مجھے اس مضمون کے لکھنے کی تحریک
اُس الہام سے ہوئی ہے جو ابھی ۹ مئی
کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان
الفاظ میں ہوا ہے۔ وَلَا تُكَلِّمْنِي
فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ
وَعْدٌ عَلَيْنَا حَقٌّ۔ یعنی ان لوگوں
کے بارہ میں میرے ساتھ بات نہ کر جو
ظالم ہیں یعنی دنیا کو دین پر مقدم رکھتے

ہیں اور دنیا کے ہموم و غموم میں لگ کر دین کے پہلو سے لاپرواہ ہیں۔ میں اُن کو ضرور غرق کروں گا۔ اور ناکامی میں مرینگے۔ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جو نہیں ٹلے گا۔
اس الہام کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔"

(اخبار الحکم ۲۴ر مئی ۱۹۰۵ء)

اس بارے میں ہم آج اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت رکھنے والے غیر مبائع بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کے مقام کو گرانے اور حضورؑ کی شان کو کم کرنے کی جو کوشش اس وقت اکابر غیر مبایعین کی طرف سے مختلف رنگوں میں ہو رہی ہے اس کا مقابلہ کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اصلی معنوں میں ایمان رکھیں اور دوسروں کو حضورؑ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

ایک سوال کا جواب

فرقہ عنانیہ

ہمارے غیر مبائع دوست کہا کرتے ہیں کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا فرقہ بھی گزرا ہے کہ ان کے ماننے والوں میں سے کوئی حصہ ان کی نبوت کا انکار کرتا ہو؟

اس کے جواب میں یہ تاریخی شہادت یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر اعتقاد رکھنے والوں میں ایک گروہ ایسا گزرا ہے جو آپ کو محض ولی مانتا ہے اور آپ کی نبوت کا انکار کرتا ہے۔ یہ فرقہ عنانیہ کہلاتا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:-

"العنانیۃ اتباع عنان بن داؤد۔ ولا یذکرون عیسیٰ بسوء بل یقولون انہ کان من اولیاء اللہ تعالیٰ وان لم یکن نبیًّا وکان قد جاء لتقریر شرع موسیٰ علیہ السلام۔"

(کتاب اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین صفحہ ۸۳)

کہ عنان بن داؤد کے ساتھی حضرت عیسیٰؑ کو برا بھلا نہیں کہتے بلکہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ولی اللہ تھے اگرچہ نبی نہ تھے کیونکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی وضاحت کیلئے آئے تھے۔"

امام ابوالفتح الشہرستانیؒ فرقہ عنانیہ کے ذکر پر تحریر کرتے ہیں:-

"ومن ھؤلاء من یقول ان عیسیٰ علیہ السلام لم یدع انہ نبی مرسل وانہ صاحب شریعۃ ناسخۃ لشریعۃ موسیٰ علیہ السلام بل ھو من اولیاء اللہ المخلصین۔" (الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۵۵-۵۴)

کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے نبی مرسل ہونیکا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی وہ ایسی شریعت لائے تھے جو موسوی شریعت کی ناسخ تھی بلکہ وہ صرف اولیاء مخلصین سے تھے۔"

بُدھ مذہب کا تاریخی تجزیہ

(از جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری)

گوتم بُدھ ہندوستان کے ایک عظیم مصلح اور معلّم اخلاق ہونے کی حیثیت سے بجا طور پر "نورِ ایشیا" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ وہ آج سے کم و بیش ۲۴ سو برس پہلے شمالی ہند کے علاقہ نیپال میں کپل وستو[ل] نامی ایک شہر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے جس مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی اس میں برہمنی مذہب چھایا ہوا تھا۔ برہمن جو کہ دیوتاؤں کی طرح سمجھے جاتے پیچیدہ مذہبی رسوم کے داعی، ذات پات کی تفریق کے حامل اور مذہبی اجارہ دار تھے۔ ویدانت فلسفہ کا محض پوست باقی رہ گیا تھا اصلیت ظاہری رسومات کی نذر ہو چکی تھی۔ بقول ڈاکٹر لیبان :-

"اطالیہ کے مشہور شاعر دانتے نے اپنی کتاب جہنم" میں جن عذابوں کی تصویر کھینچی ہے ان سے کچھ اندازہ اُن مظالم کا ہو سکتا ہے جن سے برہمنوں نے ہند کے باشندوں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔"

برہمنی مذہب کی سختیوں نے انسان کو اس درجہ پاگل کر دیا کہ اب وہ دن آنے والا تھا جب اس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ جائیں :-

"ہندوستان کے لئے ایک شیریں کلام، ہمدرد، رحمدل مسیح آنے والا تھا اور اس کی آواز تمام ایشیا میں گونجنے والی تھی۔ وہ کروڑوں مخلوق جو ذات پات، نسل اور خون کی تفریق اور مذہب کی چکی سے پس رہی تھی۔ جس کو بے جا مذہبی عقائد اور قوانین کی زنجیروں نے ایک دائمی مصیبت میں جکڑ رکھا تھا۔ دفعتاً جاگ اٹھی اور اُسے یہ محسوس ہوا کہ مایوسیوں کو مٹا دینے والی رسوم کی جگہ رحمت و امید کی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی ہے۔ یہ نجات کا لانے والا یہ ہند کا مسیح شاکیا منی تھا جو مذہب بدھ کی خوشخبری کو تمام عالم میں پھیلانے والا تھا۔"

(تمدن ہند از ڈاکٹر لی بان)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گوتم بدھ اور ان کے درویشوں نے مذہب کے نام پر پھیلنے والی ظلمتوں اور جہالتوں کو

ل بدھ سے ایک سو سال پہلے کپل ہندوؤں میں ایک عظیم فلسفی گزرا ہے۔ اس کے نام پر کپل شہر آباد ہوا۔ قرآن مجید میں صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھانے والے پیغمبر ذوالکفل کا ذکر دو دفعہ آیا ہے (سورۃ انبیاء آیت ۸۶۔ ص آیت ۴۹) اس نام کے معنی ہیں۔ کفل (بستی) والا (پیغمبر بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد بدھ ہیں۔ عربی میں پ کا بدل ف ہے اس لئے کپل جو کہ بدھ کی بستی کا نام تھا عربی میں کفل ہو گیا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

پاش پاش کر کے برہمنی مذہب کے پندار کو ختم کر دیا اور وحدتِ نسلِ انسانی، مساوات و رواداری، محبت و ہمدردی کی ایک لہر دوڑا دی۔ گوتم بدھ نے انسان اور انسان کے امتیاز کے خلاف بغاوت کی۔ وہ گرے ہوؤں کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھا اس نے برہمن اور شودر کو مساوی درجہ دیتے ہوئے لوگوں کو سچائی اور پاکیزگی کی تعلیم دی۔ آپ کا پیغام پھیلتا رہا، پھیلتا رہا۔ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرماتا ہوا۔ مردہ روحوں کو بیدار کرتا ہوا۔ ہندوستان کی حدود کو پھاند کر باہر کے ممالک میں جا پہنچا۔ یہاں تک کہ اس نور سے ایشیا بقعۂ نور بن گیا۔ مگر بیشتر تین سو سال کے بعد منظر بدلتا ہے۔ آپ کے لائے ہوئے پیغام کو اپنوں اور بیگانوں نے دل کھول کر محرّف و مبدّل اور مسخ کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ہمالیہ جیسی بلند شخصیت عقیدت اور مبالغے کے کہرے میں اس طرح ڈھک گئی کہ اس کے صحیح خد و خال کو پہچاننا ناممکن نہیں تو ایک مشکل امر ضرور بن گیا۔

گوتم بدھ چونکہ ویدک دھرم کی تجدید کے لئے آئے تھے اس لئے آپ نے اسی دھرم کے نام پر پھیلائے ہوئے غلط تصورات اور باطل فلسفے کا بکلّی استیصال کیا۔ آپ نے ویدک دھرم کے جسمانی خداؤں اور روح اور نجات کے تصور کا انکار کیا۔ ویدک دھرم میں روح کو ازلی ابدی اور غیر متغیر مانا جاتا ہے۔ اور خدا کے لئے ہمہ اوست کا عقیدہ موجود ہے۔ جس کے تحت معبودانِ باطلہ اختراع ہوئے اور حقیقی نجات کا وسیلہ انہیں سمجھا گیا۔ بدھ نے ان جسمانی خداؤں اور جھوٹی باتوں کا رد کیا۔ گوتم بدھ کے مخالفین نے اس رد کی بنا پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ بدھ ناستک ہے۔ خدا اور روح کا منکر ہے۔ یہ جھوٹ اتنی دفعہ بولا گیا کہ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ بھی ماننے لگے کہ بدھ واقعی خدا اور روح کا منکر تھا۔ کرم کے مسئلہ اور تناسخ کے ہندو فلسفہ کی وجہ سے یہ سمجھا گیا کہ بدھ کے نزدیک عالمِ آخرت کی جزا سزا کوئی چیز نہیں۔ ان کے ہاں نہ جنت کا وعدہ ہے نہ جہنم کا وعید۔ یہ لوگ ہنایان عقیدہ کے کہلاتے۔

اس قسم کے خشک، ناستک اور الحادی فلسفے سے جب لوگوں کی تشنگی مٹ نہ سکی تو ردِ عمل کے طور پر مہایان فرقہ پیدا ہوا۔ جس نے اس روحانی خلا کو یہ کہہ کر پُر کر دیا کہ بدھ خود خدا ہے۔ وہ خدائے مجسم، قابلِ پرستش و عبادت ہے اور نروان کا منبع۔ اب ہنایان فرقہ کا بدھ جو ایک اچاریہ مبلغ تھا اور خدا کا قائل نہ تھا۔ خود خدا بن گیا۔ جس مذہب میں خدا کے تصور اور دیوی دیوتوں کی پرستش سے یکسر انکار کیا گیا وہ مذہب شرک و بت پرستی کی آماجگاہ بن گیا۔ گوتم بدھ، بدھستوا اور درویشانِ بدھ مت کے اتنے مجسمے بنائے گئے اور ان کی اتنی عبادت ہوئی کہ تاریخ مذاہب میں اس کی مثال صرف عیسائیت میں ملتی ہے۔ یہ ایک عجیب انتقام تھا جو کہ ہنایان عقیدہ کے لوگوں سے مہایان فرقہ نے لیا۔

بدھ مذہب کا ارتقاء

"گوتم بدھ کے متعلق ابتدائی عقیدہ تو یہ تھا کہ وہ ایک انسان تھا جو کہ اس دنیا میں آیا۔ زندہ رہا۔ اس نے جدوجہد کی۔ اس نے تعلیم دی۔ بالآخر موت کی

کٹھن منزل سے گزر کر دائمی زوان میں داخل ہو گیا۔ وہ زندہ ہے صرف اپنی تعلیمات کی صورت میں۔ جو شخص جتنا زیادہ گوتم کے اسوہ پر عمل پیرا ہوگا، اسی نسبت سے بقدر سعی و کاوش وہ تقدس حاصل کر سکے گا اور وہ زوان کو پا سکے گا۔

اس کے بعد بدھ میتھالوجی نے عجیب و غریب کہانیاں بدھ کی گزشتہ زندگیوں کے متعلق بننا شروع کر دیں اب صورت یہ ہو گئی کہ گوتم بدھ جو کہ ایک تاریخی وجود تھا بے شمار اور بے عدو حساب بدھوں کا صرف ایک فرد رہ گیا۔ کاروانِ عقیدت یہاں پر رکا نہیں۔ آگے بڑھا اور یہ عقیدہ پروان چڑھا کہ تاریخی بدھا میں انسانیت سے ماوراء کوئی جوہر ضرور موجود ہے تب یہ نظریہ پیدا ہوا کہ گوتم بدھ دراصل اوتار ہے۔ اس ما فوق البشریت جوہر کا۔ اور یوں اسے ما فوق البشر ورا الوریٰ ہستی مان لیا گیا۔

قدیم ترین بدھ لٹریچر میں بدھ کو ایک انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کے چند معجزات کا ذکر ہے۔ بعد کے صحیفے معجزات، جادو، منتر کے ذکر سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور ما فوق البشریت مواد سے مملو۔[۱]"

پہلے گوتم بدھ کی عزت بڑھی۔ پھر ان کی پرستش کا آغاز شروع ہوئی۔ مثلاً بدھ کے نشانِ پا کی پرستش، اس درخت کی پرستش جس کے نیچے بدھ نے عرفان حاصل کیا۔ بدھ چکر کی تعظیم و پرستش۔ اس کے بعد خود بانیٔ مذہب کی پرستش شروع ہو گئی۔ بدھ مجسمے معبد میں پہنچ گئے۔ اور گوتم بدھ ایک انسان سے خدا بن کر دلوں پر حکومت کرنے لگے۔

مختلف فلسفوں کے اثرات

محققینِ عصرِ حاضر بدھ مذہب کے ارتقائی مدارج کے پیشِ نظر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سب کے سب عقائد گوتم بدھ کی تعلیمات کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ یونانی، ہندی، زرتشتی اور ناستک فلسفہ کی خوشہ چینی کا نتیجہ ہیں۔ بدھ مذہب کے ارتقاء میں گوناگوں تصورات نے حصہ لیا۔ موجودہ بدھ مذہب مختلف فلسفوں کا مجموعہ ہے سب سے پہلے ہندوستان کے قدیم یونانیوں نے بدھ مذہب میں داخل ہو کر اپنے مزاجِ مذہبی کے مطابق اسے ڈھالا اور بدھ کو دیوتا مان کر اس کی عبادت شروع کر دی۔ پھر برہمن فاضل جب بدھ مذہب میں جذب ہونا شروع ہوئے۔ تو انہوں نے ہندو فلسفہ بدھ مت میں سمو دیا۔ اور کرشنا کی طرح بدھ کو بھی اوتار سمجھنے لگے۔ اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کو بھی اس کا شریکِ عبادت کر لیا گیا بدھ مذہب میں ناستک اور الحادی خیالات ہندوؤں کے "اُپ نشدوں" سے آئے۔ قدیم ہندوستان میں باہر سے آنے والے لوگ ذات پات کی تفریق کی وجہ سے ہندو سوسائٹی کی بہ نسبت بدھ مذہب میں آسانی سے جذب ہو جاتے تھے۔ برہمنی مذہب صرف ہندو قوم تک محدود تھا لیکن بدھ مذہب کا دروازہ تمام قوموں کے لئے کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ باہر کے لوگ

---

[۱] امریکن انسائیکلو پیڈیا زیرِ لفظ "بدھا و بدھ ازم"

بدھ مذہب میں جذب ہوتے گئے۔ اور اپنے فلسفہ و مذہب کے اثرات اس پر چھوڑتے گئے۔ اس طرح سے گوتم بدھ کی سادہ تعلیمات مسخ ہو کر رہ گئیں۔

یوں تو گوتم بدھ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کے ماننے والوں میں اختلافات رونما ہو گئے۔ لیکن یہ اختلافات شروع میں معمولی نوعیت کے تھے۔ شرک و بُت پرستی تک نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اشوک (۲۷۳ تا ۲۳۶ قبل مسیح) کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ کے دو سو سال بعد تک اس کی تعلیمات میں کوئی خاص بگاڑ پیدا نہیں ہوا۔ جو اختلافات موجود تھے اشوک کی قائم کردہ کونسل نے ان کا انفصال کر دیا اور مختلف بدعتوں اور بعد کی آمیزشوں سے بدھ کی تعلیم کو پاک کر دیا۔ مذہبی صحیفے جو کہ قبل ازیں زبانی روایات پر مشتمل تھے باقاعدہ مرتب ہو گئے۔ چنانچہ اشوک اپنے ایک کتبہ میں ان صحیفوں کی ایک فہرست کندہ کروا دیتا ہے۔ بدھ سنگھ منظم صورت میں قائم کی گئی۔ اشوک اس کا سردار تھا۔ اشوک کی سرگرمیوں نے بدھ مت کو ایک عالمگیر مذہب بنا دیا۔ اس نے بدھ مت کے اصولوں کو کتبوں پر کھدوا کر انہیں اپنی سلطنت کے تمام حصوں میں نصب کروا دیا۔

بدھ مذہب اشوک کے کتبوں میں اشوک کے کتبوں[1] میں بدھ کی خدائی حیثیت کی طرف اشارہ تک موجود نہیں۔ نہ بدھ کے مجسمے بنا کر ان کی عبادت کرنے کا ذکر موجود ہے۔ ان کتبوں کا مطالعہ بدھ مذہب کی ابتدائی تعلیمات کی تعیین کیلئے ضروری ہے۔ یہ بعد کی تحریرات سے کہیں زیادہ مستند ہیں جن سے کہ بدھ کی اصل تعلیمات کی نشاندہی کا ذریعہ تمام ہو گیا ہے۔ کیونکہ صحیفے تو تحریف و تبدیل ہو گئے لیکن یہ لاٹوں، چٹانوں اور غاروں کی دیواروں پر اشوک کے کتبے آج بھی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اشوک تسلیم کرتا تھا کہ ایک ہی بدھ دنیا میں نہیں آیا بلکہ اس جیسے بدھ ان سے پہلے بھی پیدا ہوئے۔ اشوک کے کتبوں میں گوتم سے پہلے گزرنے والے بعض بدھوں[1] کے مقاماتِ مقدسہ کا ذکر موجود ہے اور وہاں اشوک کی طرف سے عبادات بجا لانے کا بیان بھی ملتا ہے۔ اس کے ہاں گوتم بدھ کے بتوں، بدھی ستوا کے مجسموں اور دیوتاؤں کی مورتیوں کا نام و نشان نہیں ملتا۔

---

[1] گوتم بدھ نے خود فرمایا۔ میں اپنے پیشرو بدھوں میں سے ایک ہوں۔ پھر اپنی آخری وصیت میں فرمایا۔ صرف میں ہی ایک بدھ نہیں ہوں جو زمین پر مبعوث ہوا ہوں۔ اور نہ میں آخری بدھ ہوں۔ مقررہ وقت پر دوسرا بدھ دنیا میں مبعوث ہوگا۔ ایک قدوس، ایک نورِ کامل، نورِ حکمت سے معمور، رازِ شریعت پر آگاہ ... وہ تمہیں وہی ابدی صداقت سکھائے گا جو میں نے تمہیں سکھائی ہے۔ وہ مذہب کی روحِ کامل و مطہر کی تبلیغ کرے گا۔ جیسا کہ میں اب کرتا ہوں۔ (گاسپل آف بدھ مصنفہ کاروس صفحہ ۲۱۵–۲۱۸) ڈاکٹر لی بان لکھتے ہیں کہ بدھ مت نے اپنے بعد دو عظیم الشان بدھوں کے آنے کی بشارت دی ہے (تمدنِ ہند صفحہ ۲۰۹) بلکہ اس سے بڑھ کر لکھا ہے:۔

" گاہ گاہ مقررہ وقت پر تھاگتا (بدھ) دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ جو ارہت بدھ یعنی برگزیدہ بدھ کہلائیں گے "

(مہا پری نِبان سُتنا فصل ۵ شلوک ۵۳)

بدھ کی عبادت کا عقیدہ اس کے ہاں پایا نہیں جاتا۔ وہ تناسخ کے چکر سے گذر کر نروان حاصل کرنے کا ذکر تک نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی بجائے یہ سادہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ روزہ، عبادت اور خیرات سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ مروجہ بدھ فلسفہ میں عالم آخرت میں جزا و سزا، جنت و دوزخ بے معنی باتیں ہیں لیکن اشوک کہتا ہے کہ نیک اور پاک زندگی بسر کرنے سے نہ صرف دنیا جنت بن جاتی ہے بلکہ آخرت میں انسان ایک ایسے سورگ میں رکھا جاتا ہے جس پر فنا نہیں۔ وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سلطنت کی غرض صرف یہ ہے کہ انسان کی دنیا و آخرت دونوں سدھر جائیں۔

وہ یہ مانتا تھا کہ نیک لوگوں کی نگرانی کے باعث دیوتا یعنی فرشتے دنیا سے تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ جب یہ نگرانی اٹھ جاتی ہے۔ تو یہ اپنا منہ دنیا سے موڑ لیتے ہیں۔ اور بدیوں کا سیلاب امڈ آتا ہے وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سلطنت کی غرض صرف یہ ہے کہ انسان دھرم پر عمل پیرا ہو تاکہ انسان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں۔ اس کے ہاں عالم آخرت کی جزا و سزا[1] کا تصور مکمل طور پر ہمیں ملتا ہے۔ اس کا لقب "دیوانم پیا" خدا کا پیارا یا دیوتاؤں[2] یعنی فرشتوں کا پیارا تھا۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ایشانا[3] پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی ہستی کا اقرار کرو۔ بنی نوع انسان صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔ تاکہ ایشانا کی بڑائی اور اس کی عظمت کا وہ اقرار کر سکیں۔ ایشانا کے معنی سنسکرت میں خداوند عظیم کے ہیں۔ گویا بخلاف موجودہ بدھ عقائد کے اشوک خدا تعالیٰ کا قائل تھا۔

الغرض اشوک کے کتبے پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ گوتم بدھ کی تعلیمات میں خدا، جنت، دوزخ اور آخرت کا تصور موجود ہے جیسا کہ کرم اور تناسخ اور اس ذریعہ سے نروان پانے کا وہ ذکر نہیں کرتا۔ اس میں بت پرستانہ باطل عقائد شامل نہ تھے۔ اشوک نے جو بدھ تعلیمات پیش کی ہیں وہ بدستور سادہ اور سچے مذاہب کی مشترک اساس اور اصل اصول پر مبنی ہیں۔ اشوک چونکہ

---

[1] حضرت گوتم بدھ عرفان حاصل کرنے کے بعد جب الد سے ملتے ہیں تو فرماتے ہیں "جو شخص دھرم حاصل کرتا ہے وہ اس دنیا اور عقبیٰ میں حقیقی سکھ کا پانے والا ہوتا ہے۔۔۔ جو لوگ راستی پر چلتے اور قائم رہتے ہیں وہ دونوں جہان میں سچا سکھ اور شانتی حاصل کرتے ہیں" (دھرم پد شلوک ۱۶۹ بحوالہ بدھ دیو جی کی سوانح عمری حصہ دوم ص۵) ظاہر ہے کہ اشوک اور بدھ کی تعلیمات ایک ہی ہیں۔

[2] گوتم بدھ بھی جنت اور دوزخ اور فرشتوں کے قائل تھے۔ لکھا ہے کہ ایک سورگ کا دیوتا جس کا چہرہ روشن اور لباس برف کی مانند سفید تھا۔ برہمن کی شکل میں گوتم بدھ کے پاس آیا۔ اور نجات کے متعلق چند سوال کئے۔ جواب شافی پاکر سلام کیا اور غائب ہوگیا۔ (بدھ دیو جی کی سوانح عمری حصہ سوم ص۴۲)

[3] یہ کتبہ ہندوستان کے مشرقی ساحل پر کلنگ کے علاقے میں دھولی کی چٹان پر کندہ ہے اس کا ترجمہ آر تھر لِلی نے اپنی کتاب "انڈیا اینڈ پرمی ٹو کرسچینٹی" کے ص۶۳ پر دیا ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ "ایشانا پر ایمان لاؤ اور اس کی ہستی کا اقرار کرو"

بدھ کے دو سو سال بعد ہوا اور اس کی تعلیمات تحریف وتبدل سے محفوظ ہیں۔ ایک محقق انسان گوتم بدھ کی اصل تعلیمات کی تلاش میں اشوک کے کتبوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اشوک کے کتبے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ "مہایان" یا "ہنایان" مکتب خیال بعد کی پیداوار ہیں۔ بدھ کی اصل تعلیمات یقیناً اشوک کی تعلیمات سے بھی زیادہ پاک صاف بلکہ یوں کہئے کہ کوثر وتسنیم میں دھلی ہوئی تھیں۔ اشوک کے ہاں اگر کوئی تعلیم کی غلطی ملتی ہے تو ضروری نہیں کہ گوتم بدھ کی تعلیم بعینہٖ وہی ہو۔ مرورِ زمانہ سے کچھ نہ کچھ فرق آجاتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے جو تاثر پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ بدھ کی تعلیمات اشوک کی پیش کردہ تعلیم سے زیادہ مختلف نہ تھیں۔ چنانچہ بدھ مذہب کے قدیم ترین لٹریچر میں گوتم بدھ کی بالکل اسی قسم کی تعلیمات ہمیں ملتی ہیں۔ یہ ایک الگ بحث ہے جس پر کسی دوسرے مضمون میں روشنی ڈالی جائے گی۔

اشوک نے بدھ دھرما کے ذریعہ جو انقلاب پیدا کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر لی بان اپنی کتاب تمدن ہند میں لکھتے ہیں:۔

(۱) مروجہ بدھ مذہب کے فلسفہ کا ماخذ زمانہ قدیم کے برہمنوں کا فلسفہ تھا اور یہ فلسفہ بہت دنوں بعد پیدا ہوا۔ بلکہ اشوک کے وقت میں تو ۔۔۔۔ پجاریوں کی جماعت اور خانقاہوں اور بدھ کی خدائی حیثیت کا جو آگے چل کر قائم ہوگئی وجود تک نہ تھا۔ جو اصلاح عظیم اس بادشاہ کے عہدِ حکومت میں ہوئی اور جس اصلاح کیلئے اس نے اپنی پوری قوت صرف کی وہ اخلاقی اصلاح تھی۔ وہ تعلیم تھی ان حقوق کی جو ہر انسان کو دوسرے انسان پر حاصل ہیں۔ وہ برہمنوں کے ظلم سے خلقت کی نجات تھی اور اس دورِ جدید کی ابتدا تھی جس میں مسیح کی تعلیم نے تمام یورپ اور محبت ہمدردی نے ساری ایشیائی دنیا کو نیچے سے اوپر تک بدل دیا تھا" (صفحہ ۳۵۰)

پھر لکھتے ہیں:۔

"اشوک کے کتبوں کو جو بائیس سو سال قبل مسیح میں کندہ کئے گئے ہیں، دیکھنے کے ساتھ ہی معلوم ہوتا ہے کہ برہمن مذہب میں ایک انقلابِ عظیم واقع ہو گیا ہے۔ منوشاستر تو اس بات کو دکھاتا ہے کہ مخلوق کس قسم کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ زندگی ایک مصیبتِ عظیم تھی جس میں ایک ذرا سا فروگذاشت کے لئے سخت سزا کی ضرورت تھی۔ اس مصیبت کو خلقت اٹھا نہیں سکتی بلکہ ذات پات نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔ کسی شخص کی مجال نہیں کہ وہ ایک پیالہ پانی کا بھی کسی غیر ذات کے ہاتھ سے پی لے۔ اور اگر ایسا گناہ اس سے سرزد ہو گیا تو پھر وہ شدید کفارہ کا مستوجب سمجھا جاتا۔ لیکن دفعتہً ملک میں رحمت اور ہمدردی کی ہوا چلنے لگتی ہے۔ زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں۔

دل کشادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام چیزیں بدل جاتی ہیں۔ دفعۃً ایک اصلاح کرنے والا پیغمبر پیدا ہوتا ہے۔ اور محبت اور ہمدردی اور خیر و خیرات کے قانون کو دنیا میں پھیلاتا ہے۔ اس قانون کے حلقہ میں ساری مخلوق خدا کل ذاتیں شامل ہو جاتی ہیں اور سب کا درجہ برابر ہو جاتا ہے۔"
(صفحہ ۲۴۵ و ۲۴۶)

(۳) شری پرکاش دیو جی اپنی کتاب "بدھ لوجی کی سوانحعمری حصہ دوم میں لکھتے ہیں:۔
"اشوک کے وقت میں بدھ لوگوں کے اپسوروں میں لشواس کرنے کا ظاہر اور روشن ثبوت اشوک کے نصب کردہ پتھر کے ستونوں پر پالی زبان میں لکھے ہوئے احکام ہیں جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔
"صوبہ اڈیسہ کے دھولی کتبہ پر لکھا ہوا ہے" اپنا قصور قبول کرو اور ایشور میں لشواس کرو۔ وہی عزت اور تعظیم کے لائق ہے۔"
پرنسپ کے شائع کئے ہوئے ساتویں احکام میں اشوک کہتا ہے:۔
"میں نے نیک اور پاک رسوم قائم کی ہیں۔ نوع انسان ان کی پیروی کر کے دھرم کے راستے پر چلیں گے اور ایشور کی مہماں پرکاش کریں گے۔"
(صفحہ ۱۵ و ۱۶)

بدھ مذہب پر یونانی اثرات

بعد شہنشاہ اشوک کے بعد موریا سلطنت روبہ زوال ہوتی ہے۔ اشوک کی زبردست شخصیت کا سایہ اٹھنے کی وجہ سے اتحاد اور یکانگت کے فقدان نے ایک خلا پیدا کر دیا۔ سلطنت کے دور افتادہ صوبوں نے اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ برہمنوں کا اثر حسب دستور سابق پھر قائم ہو گیا اور انہوں نے اشوک کے نظام حقائق کے خلاف ایک ہنگامہ اور انقلاب پیدا کر دیا۔ جب اندرون ملک میں کوئی زبردست ملکی طاقت ایسی نہ رہی جو برعظیم ہند و پاکستان کی شمال مغربی سرحد کی نگہبانی کے فرائض سرانجام دے سکتی۔ تو باختر اور پارتھیا کے یونانی بادشاہوں نے شمال مغربی سرحدوں کی طرف لالچ بھری نظروں سے دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے یونانی لشکروں نے شمال مغربی علاقہ کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالا اور جو خلا پیدا ہو چکا تھا اس کو اپنے وجود سے پُر کر دیا۔

یہ علاقہ کم و بیش دو سو سال تک یونانیوں کے قبضہ میں یا ان کے زیر اثر رہا۔ یعنی ۱۹۰ قبل مسیح سے لیکر ۲۰ عیسوی تک۔ اس دوران میں یونانی تقریباً ایک سو سال تک تو خود مختار حیثیت میں اور باقی عرصہ نیم خود مختار حکمران بن کر رہے۔ اور بالآخر بھی جذب ہو گئے۔ ان یونانی حملہ آوروں میں سے سب سے نمایاں نام مننڈر کا ہے جسے بدھ روایات میں ملندا کہا گیا ہے۔ تقریباً ۱۵۵ ق م میں اپنے دارالسلطنت کابل سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور شمالی ہندوستان میں دور دور تک اس نے فتوحات حاصل کیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ "مننڈر" نے باقاعدہ طور پر بدھ مذہب اختیار کیا۔ اشوک کے بعد یہی بادشاہ تھا جو بدھ مذہب کا سرپرست بنا۔ اس کے عہد میں ہندوستان میں وارد ہونے والے یونانیوں میں بدھ مذہب پھیلنے

لگا۔ یوں تو اشوک نے بعض یونانی مقبوضات میں ایک سکیم کے تحت بدھ مذہب کی اشاعت کے لئے مبلغ بھیجے۔ رفاہِ عام کے کاموں کے ذریعہ لوگوں کے دل اس نئے عقیدہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ درسگاہیں قائم کیں۔ شفاخانے کھولے اشوک کے کتبوں میں ان تبلیغی ذرائع کا ذکر موجود ہے لیکن "منندر" کے بدھ مذہب اختیار کرنے کی وجہ سے ہندوستان میں بسنے والے یونانیوں میں بدھ مذہب کی اشاعت زور پکڑ گئی۔

منندر کا زمانہ ۱۸۰ تا ۱۴۰ قبل مسیح ہے۔ وہ صرف فاتح حکمران ہی نہ تھا بلکہ بے مثال عالم، فلاسفر اور علم دوست آدمی تھا۔ وہ ایک نہایت عادل حکمران مشہور ہوا۔ ناگا سینا بدھ عالم کے ذریعہ وہ بدھ مذہب کی طرف مائل ہوا۔ ایک مشہور و معروف مکالمات کے نام سے موسوم ہے۔ جسے بدھ لٹریچر میں "ملندا پرشنیہ" یعنی "سوالات ملندا" کا نام دیا گیا ہے۔ اس نے عمدہ اور نفیس سکے جاری کئے۔ بعض سکوں پر بدھ کا دھرم چکر دکھایا گیا ہے۔ وہ زندگی میں "بدھ ارہت" یا ولی مانا گیا۔ بعد وفات اس کے پھول بدھ کی طرح حصے کر تقسیم کئے گئے۔ "منندر" کی وجہ سے یونانی نسل کے لوگ بدھ مذہب میں شامل تو ہو گئے لیکن آہستہ آہستہ یونانی "میتھالوجی" نے اپنا رنگ جمانا شروع کیا۔ چنانچہ بدھ مذہب یونانی اصنام پرستی سے شدید طور پر متاثر ہوا۔ وہ مذہب جس نے برہمنی مذہب کا بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور ان کے دیوی دیوتاؤں اور اصنام پرستی کا توڑ ثابت ہوا۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ یونانی اصنام پرستی کے سامنے اس نے ہتھیار رکھ دیئے۔ یونانی نسل کے لوگ اپنی میتھالوجی

کی رو سے دیوتاؤں، ان کے مجسموں اور ان کی پرستش کے بغیر کسی مذہب کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے اس دور میں اندرونی طور پر برہمن ازم نے اور بیرونی طور پر یونانی علم الاصنام نے کچھ ایسا دباؤ ڈالا۔ کہ بدھ مذہب بھی شرک و بت پرستی کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اب بدھ مذہب میں دو مکتب خیال دو متخالف گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک "ہنایان" جو کہ قدیمی مذہب کی روایات قائم رکھنا چاہتے تھے۔ جو بدھ کو ایک انسان کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور دوسرا عقیدہ "مہایان" کے نام سے پھیلنا شروع ہوا۔ جس میں بدھ کو مافوق الفطرت حیثیت دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گوتم بدھ جو کہ اس سے پہلے ایک انسان، ایک مصلح کے طور پر مانا جاتا تھا بغیر مجسموں کے لوگوں کے دل میں گھر کر چکا تھا۔ اب مختلف مجسموں میں اسے خدا کے ظہور کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ گویا خدا مجسم ہو کر دنیا پر جلوہ گر ہوا۔ چونکہ "گندھارا" یعنی قدیم ہندوستان کا شمال مغربی علاقہ یونانی آبادی کا مرکز تھا یونانی مجسمہ سازوں نے بدھ کو دیوتا کے طور پر پیش کیا۔ آہستہ آہستہ یونانی میتھالوجی اور برہمنی مذہب کے زیرِ اثر مہایان عقیدہ مقبولیت عام حاصل کرنے لگا۔ اور بدھ کو الوہیت کے "سنگھاسن" پر

سلے اشوک کے زمانہ میں بدھ مذہب چونکہ راج دھرم ہوگیا تھا اسلئے برہمنی مت دبا رہا۔ اشوک کے بعد برہمن ابھرنا شروع ہوئے۔ اور ہندو مت اور بدھ مذہب سب آپس میں شیر و شکر ہونا شروع ہوگئے

بٹھا دیا گیا۔ اور خدا کی طرح وہ پوجنے لگا۔ محققین تسلیم کرتے ہیں کہ یونانی شہزادے جو کہ بدھ مذہب اختیار کر چکے تھے یونانی مزاجِ مذہبی کے تحت بدستور دیوتاؤں کے دلدادہ تھے۔ دیوتاؤں کے بغیر کسی فلسفۂ الٰہیات کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ یونانی عہدِ حکومت میں بدھ مذہب کے "مہایان" مکتبِ خیال کے لئے راستہ صاف ہونا شروع ہوا۔ برہمنی مذہب کی اخلاقی امداد بھی معاون ثابت ہوئی۔ چنانچہ یونانی ہندی اثر کے تحت بدھ کی الوہی حیثیت اور "بدھ ستوا" (یعنی بدھ روح) اور دیوتاؤں کی عبادت شاملِ عقیدہ کر لی گئی۔ ایک پاکستانی بدھسٹ عالم اپنی کتاب "بدھ ازم ان پاکستان" میں "مہایان سکول" کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں:-

"بھگتی کے مذہبی رہ و رسم جو کہ اشوک کی تعلیمات میں خاص طور پر نمایاں تھے کچھ عرصہ تک انہیں ایک نئے بدھ فلسفہ کی حمایت حاصل رہی۔ لیکن "ہیلن خاندان" یعنی یونانی النسل شہزادے جن میں شہنشاہ "مننڈر" بھی شامل ہے کسی ایسے مذہب کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جس میں دیوتاؤں اور ان کے بتوں کے لیے گنجائش نہ ہو۔

گوتم بدھ جو کہ اب تک اپنی مورتی کے بغیر مقبولِ عام تھا۔ رفتہ رفتہ سنگِ تراش کے آئینہ میں جلوہ گر ہونے لگا۔ لیکن چونکہ اس کی شبیہ اس کے ماننے والوں کے ذہن میں محفوظ نہ تھی۔ اس کی شکل یونانی خدا کی شبیہ اختیار کر گئی۔ اور اس طرح بدھ کو خدائی کا درجہ حاصل ہو گیا۔

اس وقت بدھ مذہب میں "مہایان" فرقہ کی کثرت تھی۔ یہ دوسرا عقیدہ "مہایان" کے نام سے موسوم ہوا۔ ...... مننڈر اور کنشک کے دور میں "گندھارا" یعنی شمال مغربی علاقہ اور کشمیر میں "مہایان" عقیدہ پھیلا۔ اور یہاں سے تمام شمال مشرقی ایشیا بشمول چین و جاپان میں یہ عقیدہ پھیل گیا۔" (ص ۷۶)

یہاں یہ ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ قدیم یونانیوں کی اصنام پرستی اور فلسفہ سے بدھ مت اور عیسائیت دونوں متاثر ہوئے۔ بدھ مذہب دوسری صدی قبل مسیح میں یونانی اصنام پرستی سے متاثر ہونا شروع ہوا۔ اور عیسائیت نے پہلی صدی عیسوی میں یونانی اثرات قبول کرنا شروع کر دیئے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ مشرق میں بدھ مذہب کا بانی جو کہ

سلہ گوتم بدھ کی وصیت کے یہ الفاظ جو کہ پس پشت ڈال دیئے گئے تاریخ میں محفوظ ہیں: "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے جسم کی راکھ کی پوجا اور عزت کر کے اپنی نجات کے راستے میں روک پیدا نہ کر لینا۔ تم کو اپنی نجات کا خود ہی انتظام کرنا چاہیئے۔" (مہاپری نربان سوتر ص ۹۱ بحوالہ بدھ دیو جی کی سوانح عمری حصہ دوئم ص ۱۴۲)

انسانیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ خدا بنا یا گیا۔ اس کے اتنے مجسمے بنائے گئے اور بدھ معبدوں میں اس کی اتنی عبادت ہوئی کہ جس کا تصور بھی اس کے دماغ میں نہ آیا ہوگا۔ اور مغرب میں عیسائیت نے "یونانی بدھ مت" فلسفہ اپنا کر ایک نئے قالب میں خود کو نمودار کیا اور گلیل کے ایک مردِ درویش کو تختِ الوہیت پر بٹھا کر اس کی عبادت کو فرضِ اولین سمجھ لیا۔

برہمنی مذہب کے اثرات

یونانی اثر قبول کرنے کے بعد بدھ مذہب پر برہمنی مذہب بھی حاوی ہونا شروع ہوگیا۔ کیونکہ یونانیوں نے شرک و بُت پرستی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ اب اس دروازہ میں سے برہمن اپنے دیوتاؤں سمیت داخل ہوئے یہاں تک کہ بدھ کو ہندو دیومالا میں شامل کر لیا گیا۔ ہندو فلسفہ بدھ مت میں داخل ہوا اور یوں بدھ مت کو ہندو مذہب میں جذب کرنے کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ قدیم یادگاروں کے مطالعہ سے ایک عجیب تدریجی ترقی بدھ کی پرستش کے باب میں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر لی بان لکھتے ہیں :۔

"اس میں شک نہیں کہ قدیم یادگاروں میں جیسی کہ بہت اسانچی اور بدھ گیا کی یادگاریں ہیں۔ اور جن کا زمانہ اٹھارہ سو سال سے دو ہزار سال تک کا ہے۔ خود بانیٔ مذہب یعنی شاکیا منی کی پرستش محض کنایتہً ہوتی ہے۔ مثلاً بدھ کے تخت یا کی پرستش اس درخت کی پرستش جس کے نیچے بدھ نے عرفان کامل حاصل کیا تھا۔ لیکن اسکے بعد خود شاکیا منی کی پرستش شروع ہونے لگتی ہے۔ اس کی مورت کل عبادتگاہوں میں پائی جاتی ہے۔ قدیم مندروں میں مثلاً اجنٹا کے مندر میں یہ مورت تنہا ہے لیکن بتدریج اس میں برہمنی دیوتا آملتے ہیں۔ اندر۔ کالی۔ سرسوتی وغیرہ۔ جیسا کہ ایلورا کے مندروں میں نظر آتا ہے۔ ان برہمنی دیوتوں میں پہلے تو بدھ سب سے بڑا سمجھا جاتا ہے لیکن آخر میں چل کر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ صرف وشنو کا ایک اوتار رہ جاتا ہے۔ یہی وہ دن تھا جب کہ ہندوستان میں بدھ مذہب کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ ہندو مذہب میں جذب ہو گیا۔" (تمدن ہند اردو ترجمہ ۲۶۵)

بدھ مذہب میں برہمن اثرات کے ساتھ ناستک خیالات بھی ہندو مذہب سے آئے :۔

"الحاد یعنی خدا کے وجود سے انکار، دنیاوی زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، اخلاق کا مذہبی اعتقادات سے بے تعلق ہونا۔ عالم کو دُکھ کا ماننا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے مسائل ہیں جو ہنود کے "اُپ نشد" میں جن کی تعداد تقریباً دو سو دس ہے اور جو مختلف ازمنہ میں لکھے گئے ہیں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض اُپ نشد تو بجنسہ وہی مسائل ہیں جو بدھ مذہب کی فلسفی تصانیف میں ہیں۔ مثلاً کرم کا مسئلہ، فلسفہ نروان، جن کی بنیاد مسئلہ تناسخ پر ہے۔" (تمدن ہند ۲۶۶)

سیتھین اثرات

شمالی ہند میں یونانیوں کے زوال پذیر ہونے

کے بعد سیتھین قبائل یعنی "ساکا" اور "کوشان" ہندوستان میں وارد ہوئے۔ چونکہ ہندوؤں میں ذات پات کی پابندیاں تھیں۔ یہ لوگ بھی بدھ مذہب میں شامل ہونے کو زیادہ آسان سمجھنے لگے۔ نئے آنے والوں کے لئے مہایان عقیدہ میں بہت لچک موجود تھی۔ یہ لوگ دیوی دیوتاؤں کے دلدادہ تھے۔ ان کی وجہ سے بھی مہایان عقیدہ کو تقویت ملی۔ یہاں تک کہ پہلی صدی عیسوی میں کشانی شہنشاہ کنشک کے عہد میں مہایان مکتب خیال سرکاری مذہب بن گیا۔

کنشک بدھ مذہب میں داخل ہونے کے باوجود نئے اور پرانے دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا تھا۔ اس کے سکوں پر یونانی، ایرانی اور ہندی ہر قسم کے دیوتا ملتے ہیں۔ اس نے ایسے سکے بھی جاری کئے جن پر "بدھ ساکیا مونی" کی مورت اور یونانی زبان میں اس کا نام منقوش ہے۔ ایک بدھ شہنشاہ کی حیثیت سے بدھ کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کو بھی تسلیم کرنا ایک تضاد ہے۔ جس کی وضاحت ونسنٹ اے سمتھ بڑی خوبی سے بایں الفاظ کہتے ہیں:-

"بدھ کا مختلف النوع اور بے میل دیوتاؤں کے گروہ میں نمودار ہونا اشوک کے نزدیک ایک عجیب و غریب خیال ہوگا۔ بلکہ ایسی بات اس کے سان گمان میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ مگر کنشک کو یہ بات بالکل معمولی معلوم ہوتی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے زمانہ کا نیا مذہب جو مہایان کے نام سے مشہور تھا ایک بڑی حد تک بیرونی اثرات سے متاثر ہوا۔ اور اس کے ارتقاء میں ہندی۔ زرتشتی۔ عیسائی۔ ناسترک اور یونانی عناصر کا عمل ہوا تھا۔ اس عمل کو سکندر کی فتوحات ہند میں موریا سلطنت کے قیام اور سب سے بڑھ چڑھ کر شروع کے قیاصرہ کے زمانہ میں روما الکبریٰ کے اتحاد سے بہت مدد ملی تھی۔ اس بدھ مذہب میں گوتم بدھ اگرچہ نظری طور پر نہیں لیکن عملاً ایک دیوتا بن گیا تھا۔ اور اس کے ماتحت "بدھی ستو" کی کم طاقت ور قوتیں تھیں۔ جو گنہگار لوگوں اور اس کے درمیان بیچ بچاؤ کا کام دیتی تھیں۔ اسی قسم کا بدھ ان اقوام کے دیوتاؤں میں شامل ہوگیا تھا جو کنشک کی وسیع سلطنت میں اس کے زیر فرمان تھیں اور غالباً بعد کے زمانے کے راجہ ہرش کی طرح جو شیو اور بدھ دونوں کا مطیع اور پیرو تھا کنشک بھی اپنے نام نہاد تبدیل مذہب کے بعد پرانے اور نئے دیوتا دونوں کی پرستش کرتا تھا۔

گندھارا کے مشہور و معروف سنگتراشی کے نمونے جو ضلع پشاور اور گردونواح کے علاقے میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس نئے اور تغیر شدہ بدھ مذہب کی صورت کو بہت اچھی طرح ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک مذہب تھا جس میں بہت سے دیوتا شامل تھے۔"

(قدیم تاریخ ہند اردو ایڈیشن صفحہ ۲۰۱-۲۰۲)

کنشک چونکہ ایسے علماء کے ذریعہ بدھ مت میں داخل ہوا جو کہ خود بدھ مذہب میں برہمنوں میں سے آئے تھے۔ اسلئے کنشک کے وقت ہندو علماء نے

بدھ مذہب اور ہندو مذہب کو بشیر وشنو کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مہایان عقیدہ کی تعیین کے لئے کنشک کے وقت میں کشمیر کی مشہور کونسل اسی غرض کے لئے منعقد ہوئی۔ کنشک کے زمانہ میں مہایان عقیدہ کا ارتقاء اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ برہمنی مذہب دوبارہ زندہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ بدھ مت کا یہ عقیدہ بڑی حد تک ہندو مت کے مشابہ تھا۔ ولسنٹ اے سمتھ لکھتے ہیں :-

"مہایان عقیدہ اور ہندو مذہب میں
اس قدر گہرا تعلق ہے کہ ایک ماہر علم
کو بھی بسا اوقات یہ فیصلہ کرنے میں دقت
پیش آتی ہے کہ کسی خاص مجسمے کا تعلق
کس فرقے سے ہو سکتا ہے"

(قدیم تاریخ ہند صفحہ ۲۵۴)

الغرض اندرونی اور بیرونی اصنام پرستی کے اثرات نے بدھ مذہب کی سادہ تعلیمات کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ آخر ایک وقت ایسا آیا کہ جب باہر سے آنے والی قوموں کا اقتدار ختم ہوا اور ہندوؤں کا اقتدار شروع ہوا۔ اس دور میں بدھ مذہب برہمنی مذہب میں جذب ہو کر ہندوستان سے تقریباً معدوم ہو گیا۔ ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی میں بدھ مذہب ختم ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ ہندو مذہب کا غلبہ و تسلط نظر آتا ہے۔ برہمنوں نے گوتم بدھ کو اپنی دیومالا کا ایک فرد بنا لیا۔ اُسے وشنو کا اوتار قرار دیدیا اور اس طرح بدھ مذہب کو ہضم کر گئے۔ اس کی تفصیل ڈاکٹر لی بان کی کتاب "تمدن ہند" میں موجود ہے۔ یہ دلچسپ باب قابل دید ہے۔

آخر میں ایچ۔ جی۔ راولسن کی کتاب "انڈیا اے شارٹ کلچرل ہسٹری" کا ایک جامع اقتباس دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ لکھتے ہیں :-

"کنشک کے دورِ حکومت کا سب سے اہم واقعہ اس کا بدھ مذہب میں داخل ہونا ہے۔ باہر سے آتے ہوئے حکمرانوں کے لئے بدھ مذہب میں ایک بڑی کشش اس وجہ سے موجود تھی کہ ہندوؤں میں ذات پات کی بے شمار اور تکلیف دہ پابندیاں موجود تھیں جن سے بدھ مذہب آزاد تھا۔ ایک مستند روایت کے مطابق کنشک "اسوہ گھوشہ" کے ذریعہ بدھ مذہب میں داخل ہوا۔ یہ برہمن فاضل جو کہ بدھ مت اختیار کر چکا تھا۔ اُن فضلاء میں سے تھا جو کہ کنشک کے دربار میں ہندوستان کے دُور دراز علاقوں سے کھنچے چلے آئے تھے اور جنہوں نے پشاور کو بدھ کلچر کا مرکز بنا دیا تھا۔ "اسواگوشا" نے اپنے تبحرِ علمی سے کام لے کر بدھ مذہب اور ہندی مذہب کے فلسفہ کو اپنی تصانیف کے ذریعہ بشیر وشنو کرنا شروع کیا۔ جو کہ عمدہ سنسکرت میں لکھی جاتی تھیں۔ ...... کنشک نے کشمیر میں بدھ عقیدہ کی تعیین کے لئے جو کونسل قائم کی بدھ مذہب کی تاریخ میں وہ ایک نئے زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کونسل کے باعث مہایان یعنی شمالی فرقہ کے عقیدہ کو نشو ونما ملا جو کہ پرانے عقیدہ ہنایانا یعنی جنوبی فرقہ کے عقیدہ سے

آنا ہی مختلف تھا جتنا کہ پہلی صدی عیسوی کے عیسائی مذہب کا سادہ عقیدہ قرونِ وسطیٰ کے کیتھولک عقیدہ سے مختلف تھا۔ بدھ مذہب میں اس تبدیلی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس مذہب میں اسواگوشا جیسے بہت سے برہمن فاضل داخل ہو گئے تھے جنہوں نے ہندو مذہب اور بدھ مذہب میں مفاہمت کرانے کی کوشش کی لیکن بدھ مذہب میں تبدیلی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ شمالی مغربی ہندوستان میں نئے بیرونی یعنی یونانی۔ عیسائی زرتشتی اور وسط ایشیائی اثرات داخل ہو چکے تھے۔ جب بدھ مذہب شمالی میدانوں سے آنے والے بیرونی حملہ آوروں کا مذہب بن گیا تو اس نے اپنے اصل خط وخال بالکل کھو دیئے۔ بدھا جو کہ اس سے پہلے ایک فوت شدہ استاد تھا اب وہ ایک زندہ جاوید نجات دہندہ خدا کی شکل اختیار کر گیا۔ اور راما اور کرشنا کی طرح اوتار مانا گیا۔ نسلِ انسانی کی نجات کے لئے اسے ایک خدائی ظہور سمجھ لیا گیا۔ یوں خدائی تجسم یا اوتار کا نظریہ جو کہ ہندو مذہب میں اور جین مت میں پیش کیا جاتا رہا بدھ مذہب نے قبول کر لیا۔ بدھ جو کہ ایک تاریخی وجود تھا اب "آدی بدھ" یعنی روحِ ازلی کا آخری ظہور مانا جانے لگا۔ اور اس کا تاریخی وجود پس منظر میں ایک سایہ کی طرح غائب ہو گیا۔"

(ص۹۵، ص۹۶، ص۹۷)

ایک قابلِ تقلید نیکی

اپنی بچی کی رخصتی کے موقعہ پر سات یتیم بچیوں کو یکساں سامان سے رخصت کیا

کرنول (مدراس) کے ایک صوفی منش بزرگ جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب چیئرمین مدراس پبلک سروس کمیشن کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے حالاتِ زندگی "صدق جدید" لکھنؤ کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک خاص بات جس نے مرحوم کو اس زمانہ میں ایک نمونہ بنا دیا ہے درج ذیل ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:۔

"جس دن اپنی محبوب لڑکی کا عقد کیا۔ اسی دن بستی کی ایک نہیں سات یتیم لڑکیوں کا بھی عقد کرایا اور اسی ساز و سامان کیساتھ۔ اسکی اہمیت و معنویت ذرا سوچنے کے بعد ہی منکشف ہوگی۔ ہم جیسے دنیا پرستوں کا حال تو اسکے بالکل برعکس ہے۔ ہم سے اگر ہماری لڑکی کی شادی کے دن کسی دوسرے کی لڑکی کیلئے امداد چاہی جائے تو الٹا غصہ آجائے اور ہم مانگنے والے پر برس پڑیں کہ یہاں اپنی ہی لڑکی کیلئے انتظام کس مشکل سے ہو پایا ہے کہ یہ چلے ہیں سوال کرنے۔ کیا ملکوتی ظرف تھا جس نے فیاضی کو اس موقع پر اور اس پیمانہ پر ساہ دی۔" (صدق جلد ۲۰ مارچ شمارہ)

یتامیٰ کی خبر گیری کی تلقین اسلام کی ایک امتیازی تعلیم ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم کی یہ نیکی قابلِ تقلید ہے کہ انہوں نے جس دن اپنی صاحبزادی کو رخصت کیا اسی دن اور اسی سامان سے سات یتیم بچیوں کی بھی خانہ آبادی کرائی۔ یہ فیاضی اور یتیم پروری قابلِ صد مبارکباد ہے۔

جزاہ اللہ خیراً +

حکومت سے تعاون اور جماعت احمدیہ کا موقف

مدیر "الاعتصام" کے "چڑھتے سورج کی پوجا" کی حقیقت!

اہلحدیثوں کا ہفت روزہ اخبار "الاعتصام"
زیر عنوان "چڑھتے سورج کی پوجا" لکھتا ہے:۔
"مرزا بشیر الدین قادیانی نے اپنے پیروکاروں
کو ہدایت کی ہے کہ آنے والے انتخابات میں اپنے
ووٹ ری پبلکن پارٹی کو دیں ——— ع
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
مرزا غلام احمد صاحب سے لیکر اب تک قادیانی
فرقہ کا یہ دستور رہا ہے کہ ہمیشہ حکمران پارٹی
کے بہی خواہ بنکر رہو۔ اس کو ظل اللہ کہو اور اسکی
غلامی اور غیر برداری کو دنیا و آخرت کی سرفرازی
کا وسیلہ سمجھو ——— انگریز تھے تو ان فراعنہ کے
آستانے پر سجدہ ریز رہنا قادیانی نبوت کے
فرائض میں تھا۔ بھارت میں ہندوؤں کا...
دور اقتدار آیا تو ان کی چوبداری کو اس خانہ ساز
پیغمبری نے جزو ایمان قرار دیا ———
لیگ آئی تو اس کا کلمہ پڑھا ——— سہروردی کا
ستارہ چمکا تو "ھٰذا ربی" کہا، غلام محمد
آنجہانی رہا تو "ھٰذا اکبر" کہہ کر جبہ سائی کی
سکندر مرزا کی طرف سے انا ربکم
الاعلیٰ کی صدا آئی تو خروا لہ سجدا
کی تصویر بن گئے۔ ری پبلکن پارٹی کا آفتاب
اقتدار نصف النہار کو پہنچا تو ان کی عبدیت
اور پوجا کا اعلان کر دیا۔ اُف ؎

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے پر مے خانے میں
نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایمان اپنا
جو نبوت طاغوت سے مفاہمت کر سکتی ہے،
جو اسلام کفر کے زیر سایہ جی سکتا ہے، جو پیغمبری
کافروں کی قدمبوس رہ سکتی ہے جس غیرت ایمانی
کے لئے دین و ایمان کے دشمنوں اور رقیبوں
سے آشنائی گوارا کی جا سکتی ہے جو اولیاءہم
اولیاء الطاغوت اور ائمۃ الکفر کو ظل اللہ
تصور کر سکتے ہیں ——— وہ آخر دنیا میں نبوت
لیکر دنیا کی اور کونسی گتھی سلجھانے کے لئے
تشریف لائے تھے!
اگر یہ پیغمبری ہے تو اور کافری کیا ہے؟
اگر رقیبوں اور دشمن ناموس سے آشنائی غیرت
ہے تو اور بے عزتی کس چیز کا نام ہے؟
ری پبلکن پارٹی کو ووٹ دو! یہ اس شخص
کا فیصلہ ہے جو خانہ ساز نبی کا خلیفہ بھی ہے
اور صحابی بھی، آل نبی بھی کہلاتا ہے اور اس
نبی کی خانقاہ کا مجاور بھی ——— اور ننگ دین
اور ننگ غیرت اس قدر کہ یہ سوچنے کی قطعاً
کوشش ہی نہیں کی کہ ان میں کون اچھے ہیں اور
کون برے۔ کن لوگوں کی وجہ سے اسلام کو
نقصان پہنچا ہے اور کن لوگوں نے دین حق
کا مذاق اڑایا ہے ؎

نشۂ احساس خوش وقتی نے اندھا کر دیا
برق بھی چمکی تو ہم سمجھے چراغانِ بہار"
(الاعتصام ۲۲ مئی ۱۹۵۸ء)

یہ پورا اقتباس اہلحدیث اصحاب کے اس پست اندازِ فکر کا غماز ہے جس میں یہ لوگ آجکل سوچتے اور بولتے ہیں۔ اعتراض کرنے کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ انسان اس قدر نچلی سطح پر جا پہنچے۔ بہرحال پہلی بات تو یہ ہے کہ اعتراض کی بنیاد ہی غلط ہے۔ کوئی ایسی ہدایت جاری نہیں ہوئی کہ ری پبلکن پارٹی کو ووٹ دیئے جائیں۔

دوسری بات اس حد تک درست ہے کہ سلسلہ احمدیہ اس اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہے کہ قانون کے رو سے قائم شدہ حکومت جب تک مذہبی آزادی دے اور مذہب کے نام پر تشدد نہ کرے اس کے قانون کی پابندی کرو۔ یہی وہ طریق ہے جس پر جملہ انبیاء علیہم السلام عمل کرتے رہے۔ اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا اور اسی طریق کو محقق اہلحدیث بھی مانتے رہے۔ اور آخر تقسیم ہند کے وقت ہر دو طرف کے مسلموں اور غیر مسلموں کو ان کے قابلِ احترام لیڈروں نے اسی اصول کو اپنانے کی تلقین کی ہے۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرعونِ مصر کی حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ بلکہ اسے کہا اجعلنی علی خزائن الارض۔ کہ مجھے خزانوں کا منتظم مقرر کر دیجئے۔ اسی دوران جب ان کے بھائی بن یامین کے روکنے کا سوال تھا تو ما کان لیأخذ اخاہ فی دین الملک الّا ان یشاء اللّٰہ۔ حضرت یوسفؑ جو فرعونِ مصر کے قانون کے پابند تھے اُسے از روئے قانون روک نہ سکتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مشیت کے ماتحت سامان پیدا فرما دیئے۔

حضرت یوسفؑ کیا جملہ انبیاء جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے اسی نہج پر چلتے رہے ہیں۔ ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے دعویٰ نبوت کے ساتھ ہی قائم شدہ حکومت سے جنگ شروع کر دی ہو۔ ہاں نبیوں کے دشمن اُن پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ اور انبیاء بالعموم پہلے ہجرت کرتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ کا بھی یہی نمونہ ہے۔ حضرت مسیحؑ تو از روئے انجیل رومی حکومت سے پورا تعاون کرتے تھے اور لوگوں کو حکومت کے ٹیکس ادا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکی زندگی میں کامل مظلومیت کو اختیار فرمایا اور دفاعی طور پر بھی مقابلہ نہ کیا۔ صحابہؓ کی تکلیف کو دیکھ کر آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ جہاں کا عیسائی بادشاہ کسی پر ظلم روا نہیں رکھتا۔ چنانچہ مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ میں ایک عرصہ تک پُرامن زندگی بسر کرتی رہی۔

ان حقائق کی موجودگی میں مدیر "الاعتصام" کی لفاظی اگر سیاسی دھوکہ دہی کی مکروہ صورت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جب انگریز ہندوستان میں آئے تو اہلحدیث گروہ نے اور ان کے بڑے بڑے لیڈروں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب۔ مولوی ظفر علی خان وغیرہم نے کس جوش اور تپاک سے انگریز کی مدح سرائی کی اور نہایت پست مقاصد کی خاطر انگریز کے دروازہ پر جبہ سائی کی۔ سارے ہندوستان میں ایک فردِ واحد صرف ہمارے امام علیہ السلام میرزا غلام احمد صاحب ہی تھے جنہوں نے اسلامی اصول کو قائم رکھتے ہوئے اعلان فرمایا کہ جس دجال کی خبر احادیث میں دی گئی تھی

وہ انگریزوں کے پادری ہیں۔ اور جس یاجوج ماجوج کی پیشگوئی قرآن مجید میں ہے اس کے ایک مصداق انگریز ہیں۔ کیا کوئی اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے؟

عیسائیت جن عقائد کی وجہ سے مسلمانوں کو مرتد کر رہی تھی ان میں سے ایک ایک کی ایسی مدلل تردید حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمائی کہ دشمن دنگ رہ گئے اور اسلام کے دوستوں کے دل کھل گئے۔ کیا الوہیت مسیح کی تردید، صلیبی موت کی تردید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی آسمانی زندگی کی تردید، عیسائیوں کے کفارہ کی تردید اور پھر عیسائیت کے مٹ جانے کی پُر رعب پیشگوئیاں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کیں، کیا یہ سب کچھ "طاغوت" سے مفاہمت ہے؟ کیا یہ کفر کی قدمبوسی ہے؟ ع

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو!

مدیر "الاعتصام" نے یہ طعنہ بھی دیا ہے۔ کہ "بھارت میں ہندوؤں کا دورِ اقتدار آیا تو انکی چوبداری کو اس خانہ ساز پیغمبری نے جزوِ ایمان قرار دیا" سوال صرف یہ ہے کہ بھارت کے اہلحدیثوں نے کیا رویہ اختیار کیا ہے؟ کیا وہ بھارت کی گورنمنٹ سے برسرِ جنگ ہیں یا منافقانہ طور پر اطاعت کر رہے ہیں؟

پاکستان کے حکمرانوں کے بارے میں جن جذبات کا اظہار ایڈیٹر "الاعتصام" نے کیا ہے اس سے اہلحدیثوں کی قلبی حالت کا پتہ لگ سکتا ہے اس ضمن میں فقرہ "سکندر مرزا کی طرف سے آنا ربکم الاعلیٰ کی صدا آئی" خاص طور پر قابلِ مذمت ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ تو فرعون کا قول ہے۔ کیا مدیر "الاعتصام" اتنا شعور بھی اختیار نہ کر سکتے تھے کہ پاکستان کے صدر جمہوریہ کا ذکر ادب سے کرتے؟ اہلحدیث جانیں اور پاکستانی حکمران جانیں ہم تو انہی ہی نصیحت کر سکتے ہیں کہ اختلافات کی صورت میں بھی عقل اور تہذیب سے کام لینا چاہیئے اور گالی گلوچ پر نہیں اتر آنا چاہیئے۔ ہمارا اصول تو یہ ہے کہ مذہبی آزادی دینے والی ہر حکومت سے تعاون کرنا چاہیئے اور خلافِ آئین کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیئے۔ وما علینا الّا البلاغ المبین +

"جماعت مجاہدین" کے رہنماؤں کی مہریں

مہریں	شخصیتیں
اسمہ احمد	سید احمد بریلوی (امام جماعت)
واذکر فی الکتاب اسمٰعیل	حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ
(اوپر) هو الحی لا اله الا الله (نیچے) ان الحکم الّا لله	مولانا عبد الحی
هو الولی الحمید	شیخ ولی محمد

(الاعتصام ۲۳ رمئی ۵۸ء)

الفرقان:۔

کیا ان مہروں کو دیکھ کر پڑھ کر کوئی محدث کہینگے کہ یہ لوگ نبوت یا الوہیت کے مدعی تھے؟

جملہ امور میں خط و کتابت کرتے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں!

اپنے احباب سے ایک درخواست

رسالہ الفرقان ایک تبلیغی رسالہ ہے۔ اسے اشاعت اسلام و احمدیت کی غرض سے جاری کیا گیا ہے مگر میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ بعض دوست اس کے بقایا کی ادائیگی میں نا واجب تساہل سے کام لے کر گویا یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ رسالہ بند ہو جائے۔ یہ درست ہے کہ ایسے مہربان نیت اور ارادہ یہ نہیں رکھتے مگر وہ غور فرمائیں کہ ان کے اس عمل کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ رسالہ بند ہو جائے۔

اس وقت

تھوڑی تھوڑی رقوم کے بقائے مجموعی طور پر اڑھائی ہزار کے قریب جا پہنچے ہیں۔ اور یہ سب میرے ذمہ قرضہ ہے۔ قرضخواہ پریس والے اور دوسرے دوست مطالبات کرتے ہیں۔

احباب سے درخواست ہے

کہ نہ صرف اپنے بقایاجات ادا فرما دیں بلکہ نئے خریدار پیدا فرماویں اور رسالہ کی خاص اعانت فرماویں۔ (خاکسار ابوالعطاء جالندھری)

"البُشریٰ"

سہ ماہی عربی رسالہ یکم جولائی سے شائع ہو رہا ہے

البشریٰ عربی زبان میں شائع ہوگا۔ جس میں ادبی اور مذہبی مضامین شائع ہوں گے تبلیغی کوائف درج ہوا کریں گے۔ قرآن مجید کی تفسیر اس کا اہم ترین موضوع ہے۔ یہ رسالہ سال میں چار مرتبہ شائع ہوا کرے گا۔ اس کا سالانہ اشتراک پانچ روپے پاکستان کے لئے اور دس شلنگ بیرونی ممالک کے لئے مقرر ہے۔

نمونہ کا پرچہ دس آنے کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرما سکتے ہیں۔!

مینجر البشریٰ

ربوہ - پاکستان

تردید بہائیت میں بہترین کتابیں

فاضل اجل مفتی سلسلہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی رائے

بہائی لوگ خفیہ خفیہ اپنے خیالات عوام میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب اور ان کی شریعت کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ذیل کی کتابوں کا پڑھنا ضروری ہے۔

۱۔ بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ اس رسالہ میں بہائیوں کی شریعت (اقدس) نقل کر دی گئی ہے۔ ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

۲۔ بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے اڑھائی صد صفحات کی یہ کتاب بہائیوں کے عقائد، ان کی تاریخ اور ان کی شریعت کے اسلامی شریعت سے موازنہ پر مشتمل ہے۔ ۲۵۰

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ مفتی سلسلہ احمدیہ نے تحریر فرمایا تھا:۔

"میں نے جناب مولوی ابو العطاء صاحب کی کتاب اول سے آخر تک توجہ اور غور سے پڑھی ہے۔ مولوی صاحب نے اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی اعلیٰ خدمت کی ہے۔ بہائیت ایک فتنہ ہے۔ میرے خیال میں مولوی صاحب نے اس فتنہ کے مٹانے میں وہ کام کیا ہے جو اس وقت تک جہاں تک میرا علم ہے کسی اور نے نہیں کیا۔ یہ ایک صحیح اور سچا مقولہ ہے۔ کہ الاشیاء تعرف باضدادھا۔ اس کے مطابق اس کتاب کو پڑھنے سے احمدیت کی شان سورج کی طرح درخشندہ ہو جاتی ہے۔"

(الفضل ۲۷ ردسمبر ۱۹۴۱ء)

آپ یہ دو نو کتابیں مبلغ چار روپے میں طلب فرمائیں!

مینیجر مکتبۃ الفرقان

ربوہ۔ پاکستان

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)